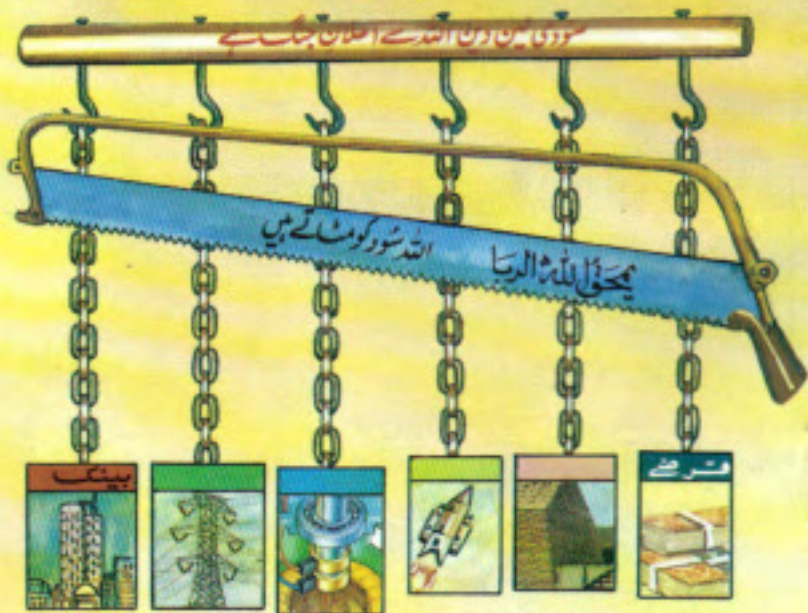


سوی نظام کی خرابیاں

اور اس کا متبادل



جس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی

میں اسلامک پبلشرز

فہرست مضامین

- ۸ مغربی دنیا کے مسلمانوں کی مشکلات
- ۹ سووی معاملہ کرنے والوں کے لئے اعلان جنگ
- ۱۰ ”سود“ کس کو کہتے ہیں؟
- ۱۰ معاہدہ کے بغیر زیادہ ونا سود نہیں
- ۱۱ قرض کی واپسی کی عمدہ شکل
- ۱۲ قرآن کریم نے کس ”ربا“ کو حرام قرار دیا؟
- ۱۲ تجارتی قرض ابتدائی زمانے میں بھی تھے
- ۱۳ صورت بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی
- ۱۵ ایک لطیفہ
- ۱۸ بر قبیلہ ”جائٹ اشاک کہنی“ ہوتا تھا
- ۱۶ آج کل کا مزاج
- ۱۶ شریعت کا ایک اصول
- ۱۷ اس زمانے کا تصور ہمارے ذہنوں میں
- ۱۹ سب سے پہلے چھوڑا جائے و لا سود دس ہزار
- ۲۰ عمدہ صحابہ اور بنگاری
- ۲۱ سود منفرد اور سود مرکب دونوں حرام ہیں
- ۲۲ موجودہ بینکنگ انٹرسٹ حرام ہے
- ۲۳ رشل اولن پر انٹرسٹ میں کیا خرابی ہے؟
- ۲۳ نقصان کا خطرہ بھی برداشت کرنا پڑے گا

۲۵ آج کل کے انٹرنیٹ کے نظام کی خرابی
۲۶ ڈیپازٹ ہر حال میں نقصان میں ہے
۲۸ شرکت کا قاعدہ
۲۸ نفع کسی اور کا نقصان کسی اور کا
۲۹ بیمہ کمپنی سے کون سا قاعدہ اٹھا رہا ہے
۳۰ سود کی عالمی تباہ کاری
۳۱ سودی طریقہ کار کا متبادل
۳۲ ناگزیر چیزوں کو شریعت میں ممنوع قرار نہیں دیا گیا
۳۲ سودی قرض کا متبادل قرض حسد ہی نہیں ہے
۳۳ سودی قرض کا متبادل "مشارکت" ہے
۳۳ "مشارکت" میں بہترین نتائج
۳۵ "مشارکت" کے بہترین نتائج
۳۶ عملی و شواری کا حل
۳۹ دوسری متبادل صورت "اجارہ"
۳۹ تیسری متبادل صورت "مراہجہ"
۴۰ پسندیدہ متبادل کون سا ہے؟
۴۱ عصر حاضر میں اسلامی معیشت کے اوارے

”سود کو قرآن کریم نے اتنا بڑا گناہ قرار دیا کہ شاید کسی اور گناہ کو اتنا
 بڑا گناہ قرار نہیں دیا۔ چنانچہ فرمایا کہ ”اگر تم سود نہیں چھوڑو گے تو
 اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اعلان جنگ سن لو“ یہ اعلان
 جنگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور گناہ پر نہیں کیا گیا۔ چنانچہ جو
 لوگ شراب پیتے ہیں ان کے بدلے میں یہ نہیں فرمایا کہ ان کے
 خلاف اعلان جنگ ہے یا جو لوگ خنزیر کھاتے ہیں یا جو لوگ زنا کاری
 کرتے ہیں یا جو لوگ چوری کرتے ہیں ان کے بدلے میں یہ کہیں
 نہیں فرمایا کہ ان کے خلاف اعلان جنگ ہے لیکن ”سود“ کے بدلے
 میں فرمایا کہ جو لوگ سودی معاملات نہیں چھوڑتے ان کے لئے اللہ
 اور اس کے رسولؐ کی طرف سے اعلان جنگ ہے اس پر اتنی سخت اور
 سنگین وعید نازل ہوئی ہے۔

سُودِی نِظَام کی خرابیاں اور اس کا متبادل

الحمد لله اعساناً ونستغفره ونؤمن به ونثقك عليه ونعوذ
بالله من شره وانفسنا ومن سيئات اعماننا، من يهده الله فلا
مضل له ومن يضلله فلا هادي له، واشهد ان لا اله الا الله وحده
لا شريك له، واشهد ان سيدنا وسندنا ونبينا ومولانا محمداً عبده
ورسوله، صلى الله تعالى عليه وعلى اله واصحابه وبارك وسلم
تسليماً كثيراً، اما بعد،

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم ويحقيق
الله الرضا ويربي الصدقات

(سورة البقرة: ۲۷۶)

آمنت بالله صدق الله مولانا العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

وَضَعْنِ عَلٰی ذٰلِكَ مِّنْ اَشْهَادٍ وَّالْتَمِا كَرِيْمًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

شعربى دنيا كے مسلمانوں كى مشكلات

ميرے محترم بھائیو اور بہنو! آج كى اس نشست كے لئے جو موضوع تجویز كیا گیا ہے وہ ”ربا“ سے متعلق ہے۔ جس كو اردو میں ”سود“ اور انگریزی میں Usury یا Interest كہا جاتا ہے۔ اور علماء اس موضوع كو اختیار كرنے كا مقصد یہ ہے كہ یوں تو ساری دنیا میں اس وقت سود كا نظام چلا ہوا ہے۔ لیكن بالخصوص مغربى دنیا میں جسں آپ حضرات قیام پذیر ہیں، وہاں بیشتر معاشی سرگرمیوں میں سود كى بنیاد پر چل رہی ہیں۔ اس لئے مسلمانوں كو قدم قدم پر یہ مسئلہ درپیش ہوتا ہے كہ وہ كس طرح معاملات كریں اور سود سے كس طرح چھٹكارا حاصل كریں۔ اور آج كل مختلف قسم كى غلط فہمیاں بھی لوگوں كے درمیان پھیلانی جارہی ہیں كہ آجكل معاشی زندگی میں جو Interest چل رہا ہے وہ در حقیقت حرام نہیں ہے اس لئے كہ یہ اس ”ربا“ كى تعریف میں داخل نہیں ہوتا جسں كو قرآن كریم نے حرام قرار دیا تھا۔ ان تمام باتوں كو مد نظر ركھتے ہوئے مجھے اس وقت یہ موضوع دیا گیا ہے كہ میں Interest كے موضوع پر جو بنیادی معلومات ہیں وہ قرآن و سنت اور موجودہ حالات كى روشنی میں آپ كے سامنے پیش كریوں۔

سودی معاملہ کرنے والوں کے لئے اعلان جنگ

سب سے پہلی بات سمجھنے کی یہ ہے کہ ”سود“ کو قرآن کریم نے اتنا بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ شاید کسی اور گناہ کو اتنا بڑا گناہ قرار نہیں دیا۔ مثلاً شراب نوشی، خنزیر کھانا، زنا کاری، بدکاری وغیرہ کے لئے قرآن کریم میں وہ الفاظ استعمال نہیں کئے گئے جو ”سود“ کے لئے استعمال کئے گئے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ:

”یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من

الربا ان کنتم مومنین ○ فان لم تفعلوا فاذنوا

بحروب من اللہ ورسولہ“

(سورۃ بقرۃ: ۲۷۶)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ”مغضوب“ کا جو حصہ بھی رہ گیا ہو اس کو چھوڑ دو۔ اگر تمہارے اندر ایمان ہے، اگر تم ”سود“ کو نہیں چھوڑو گے، یعنی سود کے معاملات کرتے رہو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو ”یعنی ان کے لئے اللہ کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے، یہ اعلان جنگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بھی گناہ پر نہیں کیا گیا۔ چنانچہ جو لوگ شراب پیتے ہیں، ان کے بدلے میں یہ نہیں کہا گیا کہ ان کے خلاف اعلان جنگ ہے یا جو خنزیر کھاتے ہیں اسکے خلاف اعلان جنگ ہے اور نہ یہ کہا گیا کہ جو ”زنا“ کرتے ہیں ان کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ لیکن ”سود“ کے بدلے میں فرمایا کہ جو لوگ سود کے

مہللات کو نہیں چھوڑتے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے اتنی سخت اور سنگین وعید اس پر وارد ہوئی ہے اب سوال یہ ہے کہ اس پر اتنی سنگین اور سخت وعید کیوں ہے؟ اس کی تفصیل انشاء اللہ آگے معلوم ہو جائے گی۔

”سود کس کو کہتے ہیں؟“

لیکن اس سے پہلے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ”سود“ کس کو کہتے ہیں؟ ”سود“ کیا چیز ہے اس کی تعریف کیا ہے؟ جس وقت قرآن کریم نے ”سود“ کو حرام قرار دیا اس وقت قبل عرب میں ”سود“ کا لین دین شہارے اور مشہور تھا۔ اور اس وقت ”سود“ اتے کہا جاتا تھا کہ کسی شخص کو دیئے ہوئے قرض پر طے کر کے کسی بھی قسم کی زیادہ رقم کا مطالبہ کیا جائے اسے ”سود“ کہا جاتا تھا۔ مثلاً میں نے آج ایک شخص کو سو روپے بطور قرض دیئے۔ اور میں اس سے کہوں کہ میں ایک مہینے کے بعد یہ رقم واپس لوں گا اور تم مجھے ایک سو دو روپے واپس کرنا اور یہ پہلے سے میں نے طے کر دیا کہ ایک ماہ بعد ایک سو دو روپے واپس لوں گا۔ تو یہ ”سود“ ہے۔

معاہدہ کے بغیر زیادہ دینا سود نہیں

پہلے سے طے کرنے کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر پہلے سے کچھ

طے نہیں کیا ہے۔ مثلاً میں نے کسی کو سو روپے قرض دے دیئے۔ اور
 میں نے اس سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ تم مجھے ایک سو دو روپے واپس
 کرو گے، لیکن واپسی کے وقت اس نے اپنی خوشی سے مجھے ایک سو دو
 روپے دے دیئے۔ اور ہمارے درمیان یہ ایک سو دو روپے واپس
 کرنے کی بات طے شدہ نہیں تھی۔ تو یہ سو نہیں ہے اور حرام نہیں
 ہے بلکہ جائز ہے۔

قرض کی واپسی کی عمدہ شکل

خود حضور مقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے علمت ہے کہ جب
 آپ کسی کے مقروض ہوتے تو وہ قرض خواہ قرض کا مطالبہ کرتا تو آپ
 وہ قرض کچھ زیادتی کے ساتھ بڑھتا ہوا واپس فرماتے، تاکہ اس کی دل
 حوی ہو جائے لیکن یہ زیادتی چونکہ پہلے سے طے شدہ نہیں ہوتی تھی اس
 لئے وہ ”سو“ نہیں ہوتی تھی اور حدیث کی اصطلاح میں اس کو ”حسن
 القضاء“ کہا جاتا ہے، یعنی اچھے طریقے سے قرض کی ادائیگی کرنا۔ اور
 ادائیگی کے وقت اچھا معاملہ کرنا، اور کچھ زیادہ دے دینا، یہ ”سو“
 نہیں ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ:

ان خياركم احسنكم قضاء

(صحیح بخاری، کتاب الاقراض۔ باب حسن القضاء حدیث نمبر ۲۳۵۳)

یعنی تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض کی ادائیگی میں اچھا معاملہ
 کرنے والے ہوں۔ لیکن اگر کوئی شخص قرض دیتے وقت یہ طے

کر لے کہ میں جب واپس لوں گا تو زیادتی کے ساتھ لوں گا، اس کو
 ”سود“ کہتے ہیں۔ اور قرآن کریم نے اسی کو سخت اور سنگین الفاظ کے
 ساتھ حرام قرار دیا۔ اور سورۃ بقرہ کے تقریباً پورے دو رکوع اس
 ”سود“ کی حرمت پر نازل ہوئے ہیں۔

قرآن کریم نے کس ”سود“ کو حرام قرار دیا؟

بعض اوقات ہمارے معاشرے میں یہ کہا جاتا ہے کہ جس
 ”سود“ کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا تھا۔ وہ درحقیقت یہ تھا کہ
 اس زمانے میں قرض لینے والا غریب ہوتا تھا۔ اور اسکے پاس روٹی اور
 کھانے کے لئے پیسے نہیں ہوتے تھے اگر وہ بیلہ ہے تو اس کے پاس
 علاج کے لئے پیسے نہیں ہوتے تھے اگر گھر میں کوئی میت ہو گئی ہے تو
 اسکے پاس اس کو کفنانے اور دفنانے کے پیسے نہیں ہوتے تھے، ایسے
 موقع پر وہ غریب بیچارہ کسی سے پیسے مانگتا تو وہ قرض دینے والا اس سے
 کہتا کہ میں اس وقت تک قرض نہیں دوں گا جب تک تم مجھے اتنا فیصد
 زیادہ واپس نہیں دو گے تو چونکہ یہ ایک انسانیت کے خلاف بات تھی کہ
 ایک شخص کو ایک ذلیق ضرورت ہے اور وہ بھوکا اور تنگ ہے ایسی حالت
 میں اس کو سود کے بغیر پیسے فراہم نہ کرنا ظلم اور زیادتی تھی اس لئے اللہ
 تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا۔ اور سود لینے والے کے خلاف احکام
 جنگ کیا۔

لیکن ہمارے دور میں اور خاص طور پر بینکوں میں جو سود کے ساتھ روپے کا لین دین ہوتا ہے۔ اس میں قرض لینے والا کوئی غریب اور فقیر نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر اوقات وہ بڑا دولت مند اور سرمایہ دار ہوتا ہے اور وہ قرض اس لئے نہیں لیتا کہ اس کے پاس کھانے کو نہیں ہے، یا اس کے پاس پہننے کے لئے کپڑے نہیں ہے۔ یا وہ کسی بیماری کے علاج کے لئے قرض نہیں لے رہا ہے، بلکہ وہ اس لئے قرض لے رہا ہے تاکہ ان پیسوں کو اپنی تجارت اور کاروبار میں لگانے اور اس سے نفع کمائے۔ اب اگر قرض دینے والا شخص یہ کہے کہ تم میرے پیسے اپنے کاروبار میں لگاؤ گے۔ اور نفع کھاؤ گے تو اس نفع کا دس فیصد بطور نفع کے مجھے دو۔ تو اس میں کیا تباہی اور برائی ہے؟ اور یہ وہ "سود" نہیں ہے جس کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا ہے، یہ اعتراض دنیا کے مختلف ممالک میں اٹھایا جاتا ہے۔

تجارتی قرض (Commercial Loan) ابتدائی زمانے میں بھی تھے

۱۔ ایک اعتراض یہ اٹھایا ہے کہ یہ سود بالکل سود (Commercial Interest) اور یہ تجارتی قرض (Commercial Loan) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھے، بلکہ اس زمانے میں ذاتی اخراجات اور ذاتی استعمال کے لئے قرضے لئے جاتے تھے لہذا قرآن

کریم اس کو کیسے حرام قرار دے سکتا ہے جس کا اس زمانے میں وجود ہی نہیں تھا۔ اس لئے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے جس ”سود“ کو حرام قرار دیا ہے، وہ غریبوں اور فقیروں والا ”سود“ تھا۔ اور یہ کاروباری سود حرام نہیں ہے۔

صورت بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی

پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی چیز کے حرام ہونے کے لئے یہ بات ضروری نہیں ہے کہ وہ اس خاص صورت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی پائی جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس انداز سے اس کا وجود بھی ہو۔ قرآن کریم جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کی نیک حقیقت اس کے سامنے ہوتی ہے اور اس حقیقت کو وہ حرام قرار دیتا ہے چاہے اس کی کوئی خاص صورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود ہو یا نہ ہو اس کی مثال یوں سمجھئے کہ قرآن کریم نے شرب کو حرام قرار دیا ہے۔ اور شرب کی حقیقت یہ ہے کہ ایسا مشروب جس میں نشہ ہو اب آج اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ صاحب! آجکل کی یہ وہسکی (Whisky) بیئر (Beer) اور برانڈی (Brandy) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو پائی نہیں جاتی تھی۔ لہذا یہ حرام نہیں ہے، تو یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگر

چہ یہ اس خاص شکل میں موجود نہیں تھی، لیکن اس کی حقیقت یعنی ”یسا مشروب جو نشہ آور ہو“ موجود تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام قرار دے دیا تھا۔ لہذا اب وہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی، لب چلپے شراب کی نئی شکل آجائے۔ اور اس کا نام چلپے واسکی (Whisky) رکھ دیا جائے یا برانڈی رکھ لو یا بشر رکھ لو یا کوک (Coke) رکھ لو، نشہ آور مشروب ہر شکل اور ہر نام کے ساتھ حرام ہے۔

اس لئے یہ کہنا کہ ”کمرشل لونا“ چونکہ اس زمانے میں نہیں تھے بلکہ آج پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے حرام نہیں ہیں، یہ خیال درست نہیں۔

ایک لطیفہ

ایک لطیفہ یاد آیا ہندوستان کے اندر ایک گویا (گائے و ۱۹۰۰)
 تھا۔ وہ ایک مرتبہ حج کرنے چلا گیا۔ حج کے بعد وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ
 طیبہ جا رہا تھا کہ راستے میں ایک منزل پر اس نے قیام کیا اس زمانے میں
 مختلف منزلیں ہوتی تھیں۔ لوگ ان منزلوں پر رات گزارتے اور اگلے
 دن صبح آگے کا سفر کرتے۔ اس لئے گویا نے راستے میں ایک منزل
 پر رات گزارنے کے لئے قیام کیا اور اس منزل پر ایک عرب گویا بھی
 آگیا، اور اس نے وہاں بیٹھ کر عربی میں گھنا بچلنا شروع کر دیا عرب

گوئیے کی آواز ذرا بھدی نور خراب تھی۔ کر یہ الصوت تھا اب
ہندوستانی گوئیے کو اسکی آواز بہت بری لگی۔ اور اس نے اٹھ کر کہا کہ
آج یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
گنا بچنا کیوں حرام قرار دیا تھا اس لئے کہ آپ نے ان بدوؤں کا گناستا
تھا اس لئے حرام قرار دے دیا اگر آپ میرا گنا سن لیتے تو آپ گنا بچنا
حرام قرار نہ دیتے۔

آج کل کا مزاج

آج کل یہ حرج بن گیا ہے کہ ہر چیز کے بارے میں لوگ یہ کہتے
ہیں کہ صاحب! حضور اقدس صلی علیہ وسلم کے زمانے میں یہ عمل اس
طرح ہوتا تھا۔ اس لئے آپ نے اس کو حرام قرار دے دیا۔ آج
چونکہ یہ عمل اس طرح نہیں ہو رہا ہے لہذا وہ حرام نہیں ہے کہنے والے
یہاں تک کہ رہے ہیں کہ خنزروں کو اس لئے حرام قرار دیا گیا تھا کہ
وہ گندے ماحول میں پڑے رہتے تھے تلاط کھاتے تھے گندے ماحول
میں ان کی پرورش ہوتی تھی اب تو بہت صاف ستھرے ماحول میں ان کی
پرورش ہوتی ہے اور ان کے لئے اعلیٰ درجے کے فلام قائم کر دیئے
گئے ہیں۔ لہذا اب ان کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

شریعت کا ایک اصول

یاد رکھئے، قرآن کریم جب کسی چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس
کی ایک حقیقت ہوتی ہے اس کی صورت میں چاہے کتنی بدل جائیں اور اس

کو بنانے اور تیار کرنے کے طریقے چاہے کتنے بدلتے رہیں۔ لیکن اس کی حقیقت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔ اور وہ حقیقت حرام ہوتی ہے یہ شریعت کا اصول ہے۔

زمانہ نبوت کے بارے میں ایک غلط فہمی

پھر یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تجارتی قرضوں (Commercial Loan) کا رواج نہیں تھا۔ اور سارے قرضے صرف ذاتی ضرورت کے لئے لے لیے جاتے تھے اس موضوع پر میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ نے ”مسئلہ سود“ کے نام سے ایک کتب لکھی ہے اس کا دوسرا حصہ میں نے لکھا ہے۔ اس حصہ میں میں نے کچھ مثالیں پیش کی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تجارتی قرضوں کا لین دین ہوتا تھا۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ عرب صحرا نشین تھے تو اسکے ساتھ ہی لوگوں کے ذہن میں یہ تصور آتا ہے کہ وہ معاشرہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ وہ ایسا سادہ اور معمولی معاشرہ ہو گا جس میں تجارت وغیرہ تو ہوتی نہیں ہوگی اور اگر تجارت ہوتی بھی ہوگی تو صرف گندم اور جو وغیرہ کی ہوتی ہوگی۔ اور وہ بھی دس بیس روپے سے زیادہ کی نہیں ہوگی اس کے علاوہ کوئی بڑی تجارت نہیں

ہوگا سوڑا عام غور پر ذہن مگر یہ تصور ہیٹھا ہوا ہے۔

ہر قبیلہ جائنت اشاک کمپنی ہوتا تھا

لیکن یاد رکھئے یہ بات درست نہیں عرب کا وہ معاشرہ جس میں حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس میں بھی آج کی جدید تجارت کی تقریباً ساری بنیادیں موجود تھیں۔ مثلاً "آجکل" "جائنت اشاک کمپنیاں" ہیں۔ اس کے بدلے میں کہا جاتا ہے کہ یہ چودھویں صدی کی پیداوار ہے، اس سے پہلے "جائنت اشاک کمپنی" کا تصور نہیں تھا۔ لیکن جب ہم عرب کی تاریخ پڑھتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ عرب کا ہر قبیلہ ایک مستقل "جائنت اشاک کمپنی" ہوتا تھا اس لئے کہ ہر قبیلے میں تجارت کا طریقہ یہ تھا کہ قبیلہ کے تمام آدمی ایک روپیہ دو روپیہ لے کر ایک جگہ جمع کرتے اور وہ رقم "شام" بھیج کر وہاں سے مسلمان تجارت منگواتے آپ نے تجارتی کاروں (Commercial Car) (Kavan) کا نام سنا ہوگا وہ "کاروان" یعنی ہوتے تھے کہ سارے قبیلے نے ایک ایک روپیہ جمع کر کے دوسری جگہ بھیجا اور وہاں سے مسلمان تجارت منگوا کر یہاں فروخت کر دیا چنانچہ قرآن کریم میں یہ جو فرمایا کہ:

لا يبلّغ قريش ايلانهم رحلة الشتاء والصيف

(سورۃ قريش: ۱)

۱۹
 وہ بھی اسی بناء پر کہ یہ عرب کے لوگ سردیوں میں یمن کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں شام کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں اور سردیوں کے یہ سفر محض تبدلات کے لئے ہوتے تھے۔ یہاں سے سامان لے جا کر وہاں بیچ دیا وہاں سے سلطنت لاکر یہاں بیچ دیا اور بعض اوقات ایک ایک آدمی اپنے قبیلے سے دس لاکھ درہم قرض لیتا تھا اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ اس لئے قرض لیتا تھا کہ اس کے گھر میں کھانے کو نہیں تھا؟ یا اس کے پاس میت کو کفن دینے کے لئے کپڑا نہیں تھا؟ ظاہر ہے کہ جب وہ اتنا بڑا قرض لیتا تھا تو وہ کسی کمرشل مقصد کے لئے لیتا تھا۔

سب سے پہلے چھوڑا جانے والا سوو

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر سوو کی حرمت کا اعلان فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

وربها الجاہلیة موضوع واول ربنا اضع ربانا ربا

عباس بن عبد المطلب فانه موضوع كلفه،

(صحیح مسلم، کتاب الحج باب حجۃ التی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۱۲۱۸)

یعنی (آج کے دن) جاہلیت کا سوو چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سوو جو میں چھوڑا ہوا وہ ہمارے چچا حضرت عباس کا سوو ہے، وہ سب کا سب ختم کر دیا گیا، چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کو سوو پر قرض دیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ آج کے دن میں ان کا سوو دوسرے لوگوں کے ذمے ہیں وہ ختم کرنا ہوں اور روایات میں آتا

ہے کہ وہ دس ہزار مشقال سونا تھا۔ اور تقریباً ۳ ماہے کا ایک مشقال ہوتا ہے، اور یہ دس ہزار مشقال کوئی سرمایہ (Principal) نہیں تھا۔ بلکہ یہ سود تھا جو لوگوں کے ذمے اصل رقم پر واجب ہوا تھا۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ وہ قرض جس پر دس ہزار کا سود لگ گیا ہو، کیا وہ قرض صرف کھانے کی ضرورت کے لئے لیا گیا تھا؟ ظاہر ہے کہ وہ قرض تجارت کے لئے لیا گیا ہو گا۔

عہد صحابہ میں بینکاری کی ایک مثال

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے پاس بالکل ایسا نظام قائم کیا ہوا تھا جیسے آجکل بینکنگ کا نظام ہوتا ہے۔ لوگ جب ان کے پاس اپنی امانتیں لا کر رکھواتے تو یہ ان سے کہتے کہ میں یہ امانت کی رقم بطور قرض لیتا ہوں یہ رقم میرے ذمے قرض ہے۔ اور پھر آپ اس رقم کو تجارت میں لگاتے۔ چنانچہ جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو اس وقت جو قرض ان کے ذمہ تھا۔ اس کے بارے میں ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”فحسبت ما علیہ من الدیون، فوجدتہ انفی النقب وما نسی النقب“
یعنی میں نے ان کے ذمہ واجب الاداء قرضوں کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ و پندرہ تھکے۔

(مسئلہ سود ص ۱۱۳، بحوالہ طبقات لابن سعد، ص ۵، ج ۳)

لہذا یہ کہنا کہ اس زمانے میں تجلّاتی قرض نہیں ہوتے تھے۔ یہ بالکل خلاف واقعہ بات ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تجلّاتی قرض بھی ہوتے تھے، اور اس پر ”سود“ کا لین دین بھی ہوتا تھا، اور قرآن کریم نے ہر قرض پر جو بھی زیادتی وصول کی جائے اس کو حرام قرار دیا ہے لہذا یہ کہنا کہ کمرشل لون پر انٹرسٹ لینا جائز ہے اور ذاتی قرضوں پر انٹرسٹ لینا جائز نہیں، یہ بالکل غلط ہے۔

سود مرکب اور سود مفرد دونوں حرام ہیں

اس کے علاوہ ایک اور غلط فہمی پھیلانی جا رہی ہے۔ وہ یہ کہ ایک سود مفرد (Simple Interest) ہوتا ہے اور ایک سود مرکب (Compound Interest) ہوتا ہے، یعنی سود پر بھی سود لگتا چلا جائے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مرکب سود ہوتا تھا اور قرآن کریم نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہذا وہ تو حرام ہے، لیکن سود مفرد جائز ہے اس لئے کہ وہ اس زمانے میں نہیں تھا اور نہ ہی قرآن نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن ابھی قرآن کریم کی جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی اس میں فرمایا کہ:

”يا ايها الذين امنوا اتقوا الله واذروا ما بقى من الربا“

(سورة البقرة: ۲۷۸)

یعنی اے ایمین والو! اللہ سے ڈرو، اور ربا کا جو حصہ بھی رو گیا ہو، اس کو چھوڑ دو، یعنی اسکے کم یا زیادہ ہونے کا کوئی سوال نہیں یا Rate Of Interest کے کم یا زیادہ ہونے کی بحث نہیں جو کچھ بھی ہو اس کو چھوڑ دو۔ اور اس کے بعد آگے فرمایا کہ :

وإن تبتم فلکم زوس اموالکم

(سورۃ البقرہ: ۲۷۹)

یعنی اگر تم ربا سے توبہ کر لو تو پھر تمہارا جو راس المال (Principal) ہے وہ تمہارا حق ہے اور خود قرآن کریم نے واضح طور پر فرمایا کہ Principal تو تمہارا حق ہے لیکن اس کے علاوہ تھوڑی سی زیادتی بھی ناجائز ہے لہذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ سود مرکب حرام ہے اور سود مفرد حرام نہیں، بلکہ سود کم ہو یا زیادہ سب حرام ہے اور قرض لینے والا غریب ہو تب بھی حرام ہے اور قرض لینے والا امیر اور ملدار ہو تو بھی حرام ہے اگر کوئی شخص ذاتی ضرورت کے لئے قرض لے رہا ہو تو بھی حرام ہے اور اگر تجارت کے لئے قرض لے رہا ہو تو بھی حرام ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

موجودہ بینکنگ انٹرسٹ بلا اتفاق حرام ہے

یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں کہ تقریباً ۵۰، ۶۰ سال تک عالم اسلام میں بینکنگ انٹرسٹ (Banking Interest) کے بدلے میں سوالات اٹھائے جاتے رہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بعض لوگ

کہتے ہیں کہ Compound Interest حرام ہے، Simple Interest حرام نہیں ہے یا یہ کہنا کہ Commercial Loan حرام نہیں ہے وغیرہ۔ یہ اشکالات اور اعتراضات عالم اسلام میں تقریباً ۵۰ سال پہلے تک ہوتے رہے ہیں لیکن اب یہ بحث ختم ہو چکی ہے، اب شرعی دنیا کے لئے صرف علماء بلکہ باہرین سوشیات اور مسلم بینکرز بھی اس بات پر متفق ہیں کہ بینکنگ انٹرسٹ بھی اسی طرح حرام ہے، جس طرح عام قرض کے لین دین پر سود حرام ہوتا ہے اور اب اس پر اجتماع ہو چکا ہے کسی قبل ذکر شخص کا اس میں اختلاف نہیں، اس کے بارے میں آخری فیصلہ آج سے تقریباً ۱۰ سال پہلے جدہ میں مجمع الفقہ الاسلامی (Islamic Fiqh Academy) جس میں تقریباً ۴۵ مسلم ملکوں کے سرکردہ علماء کا اجتماع ہوا، اور جس میں، میں بھی شامل تھا۔ اور ان تمام ملکوں کے تقریباً ۴۰ علماء نے یانقلابی یہ فتویٰ دیا کہ بینکنگ انٹرسٹ بالکل حرام ہے۔ اور اس کے جائز ہونے کا کوئی راستہ نہیں لہذا یہ مسئلہ تو اب ختم ہو چکا ہے کہ حرام ہے یا نہیں؟

کمرشل لون پر انٹرسٹ میں کیا خرابی ہے؟

اب ایک بات باقی رہ گئی ہے اس کو بھی سمجھ لینا چاہئے، وہ یہ کہ شروع میں جیسا کہ عرض کیا تھا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف ذاتی ضرورت کے لئے قرضے لئے

جاتے تھے۔ اب اگر ایک شخص ذاتی ضرورت کے لئے قرض لے رہا ہے مثلاً اس کے پاس کھانے کو روٹی نہیں ہے یا میت کو دفنانے کے لئے کفن نہیں ہے اس کے لئے وہ قرض لے رہا ہے اور آپ اس سے سود کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ تو ایک غیر انسانی حرکت اور نا انصافی کی بات ہے، لیکن جو شخص میرے پیسے کو تجارت میں لگا کر نفع کمائے گا اگر میں نفع میں اس سے تھوڑا حصہ لے لوں تو اس میں کیا خرابی ہے؟

آپ کو نقصان کا خطرہ (Risk) بھی برداشت کرنا ہو گا

پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ کے کسی حکم میں چوں چرکلی محبتیں نہیں ہونی چاہئے، اگر کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا۔ وہ حرام ہو گئی لیکن زیادہ اطمینان کے لئے یہ بات عرض کرتا ہوں تاکہ یہ بات اچھی طرح دل میں اتر جائے وہ یہ کہ اگر آپ کسی شخص کو قرض دے رہے ہیں۔ تو اس کے بارے میں اسلام یہ کہتا ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات متعین کر لو، کیا تم اس کی کچھ امداد کرنا چاہتے ہو؟ یا اس کے کاروبار میں حصہ دار بننا چاہتے ہو؟ اگر قرض کے ذریعہ اس کی امداد کرنا چاہتے ہو تو وہ پھر آپ کی طرف سے صرف امداد ہی ہوگی، پھر آپ کو اس قرض پر زیادتی کے مطالبے کا کوئی حق نہیں، اور اگر اس کے کاروبار میں حصہ دار بننا چاہتے ہو تو پھر جس طرح نفع میں حصہ دار ہوئے اسی طرح

نقصان میں بھی اس کے حصہ دار بننا ہو گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم صرف نفع میں حصہ دار بن جاؤ، نفع ہو تو تمہارا، اور اگر نقصان ہو تو وہ اس کا، لہذا جس صورت میں آپ اس کو کاروبار کے لئے پیسے دے رہے ہیں تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ کاروبار میں نقصان کا خطرہ (Risk) تو وہ برداشت کرے، اور نفع آپ کو مل جائے بلکہ اس صورت میں آپ اس کو قرض نہ دیں، بلکہ اس کے ساتھ ایک جو انٹرنل رائزر، (Joint Enterprise) کیجئے، اور اس کے ساتھ ”مشارکہ“ اور پارٹنرشپ (Partnership) کیجئے۔ یعنی اس سے معاہدہ کریں کہ جس کاروبار کے لئے تم قرض لے رہے ہو۔ اس میں اتنا فیصد نفع میرا ہو گا۔ اور اتنا تمہارا ہو گا، اگر اس کاروبار میں نقصان ہو گا تو وہ نقصان بھی اسی نفع کے تناسب سے ہو گا لیکن یہ بالکل درست نہیں ہے کہ آپ تو اس سے یہ کہیں کہ اس قرض پر ۱۵ فیصد نفع آپ سے لوں گا۔ چاہے تمہیں کاروبار میں نفع ہو، یا نقصان ہو۔ یہ بالکل حرام ہے، اور سود ہے۔

آج کل کے انٹرسٹ کے نظام کی خرابی

آج کل انٹرسٹ (Interest) کا جو نظام رائج ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اوقات قرض لینے والے کو نقصان ہو گیا۔ تو اس صورت میں قرض دینے والا فائدہ میں رہا، اور قرض لینے والا نقصان میں رہا، اور بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ قرض لینے والے نے زیادہ شرح سے

نفع کمایا، اور قرض دینے والے کو اس نے معمولی شرح سے نفع دیا۔ اب قرض دینے والا نقصان میں رہا۔ اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے۔

ڈیپازیشنر ہر حال میں نقصان میں ہے

مثلاً ایک شخص ایک کروڑ روپیہ قرض لے کر اس سے تجارت شروع کرتا ہے۔ اب وہ ایک کروڑ روپیہ کہاں سے اس کے پاس آیا؟ وہ ایک کروڑ روپیہ کس کا ہے؟ ظاہر ہے کہ دو روپیہ اس نے بینک سے لیا۔ اور بینک کے پاس وہ روپیہ ڈیپازیشنر کا ہے۔ گویا کہ وہ ایک کروڑ روپیہ پوری قوم کا ہے۔ اور اب اس نے قوم کے اس ایک کروڑ روپے سے تجارت شروع کی اور اس تجارت کے اندر اس کو سو فیصد نفع ہوا، اور اب اس کے پاس دو کروڑ ہو گئے، جس میں سے ۵۰ فیصد یعنی ۱۰ لاکھ روپے اس نے بینک کو دیئے، اور پھر بینک نے اس میں سے اپنا کمیشن اور اپنے اخراجات نکال کر باقی ۷۰ فیصد یا دس فیصد کھاتا دار (Depositors) کو دے دیئے، نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کا پیسہ تجارت میں لگا تھا، جس سے اتنا نفع ہوا ان کو تو سو روپے پر صرف دس روپے نفع ملا، اور یہ بھلاہو ڈیپازیشنر بڑا خوش ہے کہ میرے سو روپے اب ایک سو دس ہو گئے، لیکن اس کو یہ معلوم نہیں کہ حقیقت میں اس کے پیسوں سے جو نفع کمایا گیا اس کے لحاظ سے ایک سو کے دو سو دس نہ چاہئے تھے، اور پھر دوسری طرف یہ دس روپے جو نفع اس کو ملا، قرض لینے والا اس کو دوبارہ اس سے واپس

وصول کر لیتا ہے۔ وہ کس طرح واپس وصول کرتا ہے؟

سود کی رقم مصارف میں شامل ہوتی ہے

وہ اس طرح وصول کرتا ہے کہ قرض لینے والا ان دس ٹرپوں کو پیداواری اخراجات اور مصارف (Cost Of Production) میں شامل کر لیتا ہے مثلاً قرض کرو کہ اس نے ایک کروڑ روپیہ بینک سے قرض لے کر کوئی ٹیکسٹائلنگ یا کوئی چیز تیار کی تو تیار کے مصارف (Cost) میں ۱۵ فیصد بھی شامل کر دیئے جو اس نے بینک کو ادا کئے۔ لہذا جب وہ پندرہ فیصد بھی شامل ہو گئے تو اب جو چیز تیار (Produce) ہوگی، اس کی قیمت پندرہ فیصد بڑھ جائے گی۔ مثلاً اس نے کپڑا تیار کیا تھا۔ تو اب انٹرنٹ کی وجہ سے اس کپڑے کی قیمت پندرہ فیصد بڑھ گئی۔ لہذا ڈیپازٹرز جس کو ایک سو کے ایک سو دس روپے ملے تھے۔ جب بازار سے کپڑا خریدے گا تو اس کو اس کپڑے کی قیمت پندرہ فیصد زیادہ دینی ہوگی، تو نتیجہ یہ نکلا کہ ڈیپازٹرز کو جو دس فیصد منافع دیا گیا تھا وہ دوسرے ہاتھ سے اس سے زیادہ کر کے پندرہ فیصد وصول کر لیا گیا۔ یہ تو خوب نفع کا سورا ہوا۔ وہ ڈیپازٹرز خوش ہے کہ مجھے سو روپے کے ایک سو دس روپے مل گئے۔ لیکن حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو اس کو سو روپے کے بدلے = ۹۵ روپے ملے۔ اس لئے کہ وہ پندرہ فیصد کپڑے کی کوسٹ میں چلے گئے، اور دوسری طرف ۸۵ فیصد منافع اس قرض لینے والے کی جیب میں

شرکت کا فائدہ

اور اگر شرکت پر معاملہ ہوگا، اور یہ سٹے پاتا کہ مثلاً ۵۰ فیصد نفع سرمایہ لگانے والے (Financier) کا ہوگا، اور ۵۰ فیصد کلام کرنے والے تاجر کا ہوگا۔ تو اس صورت میں عوام کو ۱۵ فیصد کے بجائے ۵۰ فیصد نفع ملتا اور اس صورت میں یہ ۵۰ فیصد اس چیز کی لاگت (Cost) میں بھی شامل نہ ہوتا اس لئے کہ نفع تو اس پیداوار کی فروخت کے بعد سامنے آئے گا اور پھر اس کو تقسیم کیا جائے گا۔ اس لئے کہ سود (Interest) تو لاگت (Cost) میں شامل کیا جاتا ہے لیکن نفع (Profit) لاگت (Cost) میں شامل نہیں کیا جاتا، تو یہ صورت اختتامی نفع کی تھی۔

نفع کسی کا اور نقصان کسی اور کا

اور اگر فرض کرو کہ ایک کروڑ روپیہ بینک سے قرض لے کر جو تجارت کی، اس تجارت میں اس کو نقصان ہو گیا وہ بینک اس نقصان کے نتیجے میں دیوالیہ ہو گیا، اب اس بینک کے دیوالیہ ہونے کے نتیجے میں کس کا روپیہ گیا؟ ظاہر ہے کہ عوام کا گیا۔ تو اس نظام میں نقصان ہونے کی صورت میں سدا نقصان عوام پر ہے۔ اور اگر نفع ہے تو سدا اس کا سدا قرض لینے والے کا۔

بیمہ کمپنی سے کون فائدہ اٹھا رہا ہے

قرض لینے والے تاجر کا اگر نقصان ہو جائے تو اس نے اس نقصان کی تلافی کے لئے ایک اور راستہ تلاش کر لیا ہے، وہ ہے انشورنس (Insurance) مثلاً فرض کرو کہ روٹی کے عوام میں آگ لگ جی تو اس نقصان کو پورا کرنے کا قریضہ انشورنس کمپنی پر عائد ہوتا ہے اور انشورنس کمپنی میں کس کا پیسہ ہے؟ وہ غریب عوام کا پیسہ ہے اس عوام کا پیسہ ہے جو اپنی گاڑی اس وقت تک مزاک پر نہیں لاسکتے جب تک اس کو انشورڈ (Insured) نہ کرالیں۔ اور عوام کی گاڑی کا ایکسٹرنٹ نہیں ہوتا۔ اس کو آگ نہیں لگتی لیکن وہ بیمہ کی قسطیں (Premium) ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

ان غریب عوام کے بیمہ کی قسطوں سے انشورنس کمپنی کی عمارت تعمیر کی جی، اور غریب عوام کے ڈیپازٹ کے ذریعہ تاجر کے نقصان کی تلافی کرتے ہیں، لہذا یہ سارا گورکھ دھند اس لئے کیا جا رہا ہے تاکہ اگر نفع ہو تو سرمایہ دار تاجر کا ہو، اور اگر نقصان ہو تو عوام کا ہو، اس کے نتیجے میں یہ صورت حل ہو رہی ہے۔ بنک میں جو پوری قوم کا روپیہ ہے۔ اگر اس کو صحیح طریقے پر استعمال کیا جاتا تو اس کے تمام منافع بھی عوام کو حاصل ہوتے۔ اور اب موجودہ نظام میں تقسیم دولت (Distribution of Wealth) کا جو سسٹم ہے۔ اس کے نتیجے میں دولت نیچے کی طرف

جانے کے بجائے لوہر کی طرف چارتی ہے۔ انہی خرابیوں کی وجہ سے حضور مقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کھانا ایسا ہے جیسے اپنی ہی سے زنا کاری کرنا۔ اتنا سنگین گناہ اس لئے ہے کہ اس کی وجہ سے پوری قوم کو تباہی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

سود کی عالمی تباہ کاری

آج سے پہلے ہم ”سود“ کو صرف اس لئے حرام مانتے تھے کہ قرآن کریم نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ہمیں اس کے عقلی دلائل سے زیادہ بحث نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب حرام قرار دے دیا ہے۔ بس حرام ہے، لیکن آج اس کے نتائج آپ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں آج پوری دنیا میں انٹرنیٹ کا نظام جاری ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے اس ملک (امریکہ) کا دنیا میں طوطی بول رہا ہے۔ اور اب تو اس کا دور مہارنیت بھی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور اب کوئی اس سے نکر لینے والا موجود نہیں، لیکن پھر بھی اقتصادی ابتری کا شکار ہے۔ اس کی بنیاد بھی انٹرنیٹ ہے، اس لئے یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غریب فقیر قسم کے لوگ سود پر قرض لیا کرتے تھے۔ ان سے سود کا مطالبہ کرنا حرام تھا، لیکن آج اگر کوئی شخص کمرشل لون پر سوز لے رہا ہے تو اس کو حرام نہیں ہونا چاہئے عقل اور معاشی اعتبار سے یہ بات درست نہیں ہے، اگر کوئی غیر جانبداری سے اس نظام کا مطالعہ کرے تو اس کو پتہ چل جائے گا کہ اس نظام نے دنیا کو تباہی کے آخری

کنہرے تک پہنچا دیا ہے۔ اور انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ لوگوں کے سامنے اس کی حقیقت کھل جائے گی۔ اور ان کو پتہ چل جائے گا کہ قرآن کریم نے سوہ کے خلاف اعلان جنگ کیوں کیا تھا؟ یہ تو سوہ کی حرمت کا ایک پہلو تھا جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا۔

سوہی طریقہ کار کا متبادل

ایک دوسرا سوال بھی بہت اہم ہے جو آجکل لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم یہ تو مانتے ہیں کہ انٹرسٹ حرام ہے۔ لیکن اگر انٹرسٹ کو ختم کر دیا جائے تو پھر اس کا متبادل طریقہ کیا ہو گا جس کے ذریعہ معیشت کو چلایا جائے؟ اس واسطے کہ آج پوری دنیا میں معیشت کی روح انٹرسٹ پر قائم ہے۔ اور اگر اس کی روح کو لٹکان دیا جائے تو اس کو چلانے کا دوسرا کوئی طریقہ نظر نہیں آتا۔ اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ انٹرسٹ کے سوا کوئی دوسرا نظام موجود ہی نہیں ہے۔ اور اگر جتنے تو ممکن اور قابل عمل (Practicable) نہیں ہے۔ اور اگر کسی کے پاس قابل عمل طریقہ موجود ہے تو وہ بتائے کہ کیا ہے؟

اس سوال کا جواب تفصیل طلب ہے۔ اور ایک مجلس میں اس موضوع کا پورا حق ادا ہونا ممکن بھی نہیں ہے۔ اور اس کا جواب تھوڑا سا میکینیکل بھی ہے۔ اور اس کو عام فہم اور عام لفظ میں بیان کرنا آسان بھی نہیں ہے، لیکن میں اسکو عام فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ حضرات کی سمجھ میں آجائے۔

ناگزیر چیزوں کو شریعت میں ممنوع قرار نہیں دیا گیا

سب سے پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حرام قرار دے دیا کہ یہ چیز حرام ہے۔ تو پھر یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ چیز ناگزیر ہو، اس لئے کہ اگر وہ چیز ناگزیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو حرام قرار نہ دیتے۔ اس لئے کہ قرآن کریم کا لہر شکوہ ہے۔

” لا یكلف اللہ نفساً الا وسعها “

(سورۃ البقرہ: ۲۸۶)

یعنی اللہ تعالیٰ انسان کو کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتے جو اس کی وسعت سے باہر ہو۔ لہذا ایک مومن کے لئے تو اتنی بات بھی کافی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کو حرام قرار دے دیا تو چونکہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے کہ کوئی چیز انسان کے لئے ضروری ہے۔ اور کون سی چیز ضروری نہیں ہے۔ لہذا جب اس چیز کو حرام قرار دے دیا تو یقیناً وہ چیز ضروری اور ناگزیر نہیں ہے۔ اس چیز میں کہیں خرابی ضرور ہے جس کی وجہ سے وہ ضروری اور ناگزیر معلوم ہو رہی ہے۔ یہ تو اب اس خرابی کو دور کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ کننادرست نہیں ہے کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ اور یہ چیز ناگزیر ہے۔

سوئی قرض کا متبادل قرض حسنہ ہی نہیں ہے

دوسری بات یہ ہے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں انٹرسٹ (Interest) جس کو قرآن کریم حرام قرار دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ جب کسی کو قرض دیا جائے تو ان کو غیر سوئی قرض (Interest - Free Loan) دینا چاہئے۔ اور اس پر کسی منافع کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب انٹرسٹ ختم ہو جائے گا تو ہمیں پھر غیر سوئی قرض ملے گا، پھر جتنا قرض چاہیں حاصل کریں، اور اس سے کوئی بھی بچلے بنائیں۔ اور اس سے فیکٹریاں قائم کریں۔ اور ہم سے کسی انٹرسٹ کا مطالبہ نہیں ہوگا۔ اور اسی سوچ کی بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ یہ صورت قابل عمل (Practicable) نہیں ہے اس لئے کہ جب ہر شخص کو سود کے بغیر قرض دیا جائے گا تو پھر اتنا پیسہ کہاں سے آئے گا کہ سب لوگوں کو بغیر سود کے قرضہ دے دیا جائے؟

سوئی قرض کا متبادل ”مشاکت“ ہے

یاد رکھئے کہ انٹرسٹ کا متبادل (Alternative) قرض حسنہ نہیں ہے کہ کسی کو ویسے ہی قرض دے دیا جائے بلکہ اس کا متبادل ”مشاکت“ ہے یعنی جب کوئی شخص کاروبار کے لئے قرضہ لے رہا ہے تو وہ قرض دینے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تمہارے کاروبار میں حصہ دار

بننا چاہتا ہوں، اگر تمہیں نفع ہو گا تو اس نفع کا کچھ حصہ مجھے وراثت پڑے گا اور اگر نقصان ہو گا تو اس نقصان میں بھی میں شامل ہوں گا، تو اس کاروبار کے نفع اور نقصان دونوں میں قرض دینے والا شریک ہو جائے گا۔ اور یہ مشارکت ہو جائے گی، اور یہ انٹرسٹ کا متبادل طریقہ ہے۔

(Alternative System) ہے۔

لور ”مشارکت“ کا نظریاتی پہلو تو میں آپ کے سامنے پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ انٹرسٹ کی صورت میں تو دولت کا بہت معمولی حصہ کھاتہ دار (Depositor) کو ملتا ہے لیکن اگر ”مشارکت“ کی بنیاد پر کاروبار کیا جائے۔ اور سرمایہ کاری (Financing) ”مشارکت“ کی بنیاد پر ہو تو اس صورت میں تجارت کے اندر جتنا نفع ہو گا اس کا ایک متناسب (Proportionate) حصہ کھاتہ داروں کی طرف بھی منتقل ہو گا اور اس صورت میں تقسیم دولت (Distribution of Wealth) کا اوپر کی طرف جانے کے بجائے نیچے کی طرف آئے گا۔ لہذا اسلام نے جو متبادل نظام پیش کیا وہ ”مشارکت“ کا نظام ہے۔

مشارکت کے بہترین نتائج

لیکن یہ ”مشارکت“ کا نظام چونکہ موجودہ دنیا میں ابھی تک کہیں جاری نہیں ہے لہذا اس پر عمل نہیں ہوا اس لئے اس کی برکات بھی لوگوں کے سامنے نہیں آ رہی ہیں، ابھی گزشتہ تیس چالیس سال کے دوران

مسلمانوں نے مختلف ممالک پر اس کی کوششیں کی ہیں کہ وہ ایسے مالیاتی ادارے اور بینک قائم کریں جو انٹرنسٹ کی بنیاد پر نہ ہوں بلکہ ان کو اسلامی اصولوں کی بنیاد پر چلایا جائے اور شاید آپ کے علم میں بھی یہ بات ہوگی کہ اس وقت پوری دنیا میں کم از کم اسی سے لے کر سو تک ایسے بینک اور سرمایہ کاری کے ادارے قائم ہو چکے ہیں جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اسلامی اصولوں پر اپنے کاروبار کو چلا رہے ہیں اور انٹرنسٹ سے پاک کاروبار کر رہے ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ ان کا یہ دعویٰ سو فیصد صحیح ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہوں۔ لیکن بہر حال! یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں تقریباً ایک سو ادارے اور بینک غیر سودی نظام پر کام کر رہے ہیں اور یہ صرف اسلامی ملکوں میں نہیں بلکہ بعض مغربی اور یورپین ممالک میں بھی کام کر رہے ہیں۔ ان بینکوں اور اداروں نے ”مشارکہ“ کے طریقے پر عمل کرنا شروع کیا ہے۔ اور جہاں کہیں ”مشارکہ“ کے طریقے کو اپنایا گیا۔ وہاں اس کے بہتر نتائج نکلے ہیں۔ ہم نے پاکستان میں لیک بینک میں اس کا تجربہ کیا۔ اور میں نے خود اس کی ”مذہبی نگرانی کمیٹی“ کے ممبر ہونے کی حیثیت سے اس کا معائنہ کیا۔ اور اس میں ”مشارکہ“ کے اندر بعض اوقات کھانہ داروں کو تین فیصد نفع بھی دیا گیا لہذا اگر ”مشارکہ“ کو وسیع پیمانے پر کیا جائے تو اس کے نتائج اور بھی زیادہ بہتر نکل سکتے ہیں۔

۳- ”مشارکت“ میں عملی دشواری

لیکن اس میں ایک عملی دشواری ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص مشارکت کی بنیاد پر بینک سے پیسے لے گیا۔ اور ”مشارکت“ کے معنی نفع اور نقصان میں شرکت (Profit and Loss Sharing) کے ہیں کہ اگر نفع ہو گا تو اس میں بھی شرکت ہوگی اور اگر نقصان ہو گا تو اس میں بھی شرکت ہوگی تو انبوس ناک بات یہ ہے کہ خود ہمارے عالم اسلام میں بد ریاضتی اتنی عام ہے۔ اور بگاڑ اتنا پھیلنا ہوا ہے کہ اب اگر کوئی شخص اس بنیاد پر بینک سے پیسے لے کر گیا کہ اگر نفع ہو تو نفع لا کر دوں گا، اور اگر نقصان ہو تو نقصان تک کو بھی برداشت کرنا پڑے گا تو وہ پیسے لے کر جائے والا شخص کبھی پلٹ کر نفع لے کر نہیں آئے گا۔ بلکہ وہ ہمیشہ یہ ظاہر کرے گا کہ مجھے نقصان ہوا ہے۔ اور وہ بینک سے کہے گا کہ بجائے اس کے کہ آپ مجھ سے نفع کا مطالبہ کریں۔ بلکہ اس نقصان کی تلافی کے لئے مجھے مزید رقم دیں۔

عملی پہلو کا یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ مگر اس کا تعلق اس ”مشارکت“ کے نظام کی خرابی سے نہیں ہے، اور اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ ”مشارکت“ کا نظام خراب ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کا تعلق ان انسانوں کی خرابی سے ہے جو اس نظام پر عمل کر رہے ہیں، اننا عمل کرنے والوں کے اندر اچھے اخلاق و ریاضت اور لمانت نہیں ہے، اور اس کی وجہ سے ”مشارکت“ کے نظام میں یہ خطرات موجود ہیں کہ لوگ بینک سے ”مشارکت“ کی بنیاد پر پیسے لے جائیں گے۔ اور پھر کلویار میں

تقصان دکھا کر بینک کے ذریعہ ڈیپازٹرز کو نقصان پہنچائیں گے۔

اس دشواری کا حل

لیکن یہ مسئلہ کوئی ناقابل حل مسئلہ نہیں ہے اور ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس کا حل نہ نکالا جاسکے، اگر کوئی ملک اس ”مشکلہ“ کے نظام کو اختیار کرے تو وہ باسٹنی یہ حل نکال سکتا ہے کہ جس کے بارے میں یہ حیثیت ہو کہ اس نے بدویاتی سے کام لیا ہے اور اپنے اکاؤنٹس صحیح بیان (Declare) نہیں کئے، تو حکومت ایک مدت و راز کے لئے اس کو بلیک لسٹ (Black List) کر دے، اور آئندہ کوئی بینک اس کو فنانسنگ کی کوئی سہولت فراہم نہ کرے اس صورت میں لوگ بدویاتی کرتے ہوئے ڈریں گے۔ آج بھی چاکٹ اسٹاک کمپنیاں کام کر رہی ہیں، اور وہ اپنے بیلنس شیٹ (Balance Sheet) شائع کرتی ہیں۔ اور اس بیلنس شیٹ میں اگرچہ بدویاتی بھی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اس میں وہ اپنا نفع ظاہر کرتی ہیں۔ اس لئے اگر ”مشکلہ“ کو پورے ملکی سطح پر اختیار کریں تو اس حل کو اختیار کیا جاسکتا ہے البتہ جب تک ”مشکلہ“ کو ملکی سطح پر اختیار نہیں کیا جاتا۔ اس وقت تک انفرادی (Individual) اداروں کو ”مشکلہ“ پر عمل بکرتا دشوار ہے، لیکن ایسے انفرادی ادارے سلیکٹڈ (Selected) بات چیت کے ذریعہ مشارکہ کر سکتے ہیں

دوسری متبادل صورت ”اجارہ“

اس کے علاوہ اسلام کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسا دین عطا فرمایا ہے کہ اس میں ”مشارکہ“ کے علاوہ بینکنگ اور فائینانسنگ کے اور بھی بہت سے طریقے تھے ہیں۔ مثلاً ایک طریقہ اجارہ (Leasing) کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص بینک سے پیسہ مانگنے آیا، اور بینک نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کس ضرورت کے لئے پیسے چاہئے؟ اس نے بتایا کہ مجھے اپنے کارخانے میں ایک مشینری باہر سے منگا کر لگانی ہے۔ تو اب بینک اس شخص کو پیسے نہ دے۔ بلکہ خود اس مشینری کو خرید کر اس شخص کو کرایہ پر دے دے۔ اس عمل کو اجارہ (Leasing) کہا جاتا ہے البتہ آجکل فائینانسنگ اداروں اور بینک میں فائینانسنگ لینڈنگ کا جو طریقہ رائج ہے، وہ شریعت کے مطابق نہیں ہے اس ایگریمنٹ میں بہت سی شقیں (Clauses) شریعت کے خلاف ہیں، لیکن اس کو شریعت کے مطابق آسانی کے ساتھ بنایا جاسکتا ہے، پاکستان میں متعدد فائینانسنگ ادارے ایسے قائم ہیں جن میں لینڈنگ ایگریمنٹ شریعت کے مطابق ہیں، اس کو اختیار کرنا چاہئے۔

تیسری متبادل صورت ”مراہمہ“

اسی طرح ایک اور طریقہ ہے، جس کا آپ نے نام سنا ہوگا، وہ ہے ”مراہمہ فائینانسنگ“ یہ بھی کسی شخص سے منہلہ کرنے کا ایک

طریقہ ہے جس میں نفع پر وہ چیز بیچ دی جلتی ہے فرض کیجئے کہ ایک شخص بینک سے اس لئے قرض لے رہا ہے کہ وہ خام مال (Raw Material) خریدنا چاہتا ہے، وہ بینک اس کو خام مال خریدنے کے لئے پیسے دینے کے بجائے وہ خود خام مال خرید کر اس کو نفع پر بیچ دے یہ طریقہ بھی شرعاً جائز ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مراہمہ کی یہ صورت تو ہاتھ گھما کر کلن پکڑنے والی بات ہو گئی، کیونکہ اس میں بینک سے نفع لینے کے بجائے دوسرے طریقے سے نفع وصول کر لیا۔ یہ کہنا درست نہیں، اس لئے کہ قرآن کریم نے فرمایا کہ:

”واحل الله البيع وحرم الربا“

(سورۃ البقرۃ: ۲۷۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے اور مشرکین مکہ بھی تو کی کما کرتے تھے کہ بیع بھی تو ربا جیسی ہے، اس میں بھی انسان نفع کماتا ہے اور ربا میں بھی انسان نفع کماتا ہے، پھر دونوں میں فرق کیا ہے؟ قرآن کریم نے الکا ایک ہی جواب دیا کہ یہ ہمارا حکم ہے کہ ربا حرام ہے اور بیع حلال ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ روپیہ کے نوپرو پیہ نہیں لیا جاسکتا، اور روپیہ پر منافع نہیں لیا جاسکتا، لیکن اگر درمیان میں کوئی چیز یا مال تجارت آجائے۔ اور اس کو فروخت کر کے نفع حاصل کرے اس کو ہم نے حلال قرار دیا ہے، اور مراہمہ کے اندر درمیان میں مال آجاتا ہے اس لئے شریعت کے اعتبار سے وہ سودا (Transaction) جائز ہو جاتا

پسندیدہ متبادل کونسا ہے؟

لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا یہ مراجمہ اور ”لیزنگ-Leas-
ing) مطلوبہ اور پسندیدہ متبادل (Ideal Alternative) نہیں ہیں، اور
اس سے تقسیم دولت (Distribution of Wealth) پر کوئی بیکیوی اثر
نہیں پڑتا۔ البتہ پسندیدہ متبادل ”مشارکہ“ ہے لیکن آئندہ جو مفرد
(Individual) ادارے قائم کئے جائیں، ان کے لئے آزمائشی اور تجرباتی
مدت (Transitory Period) میں مراجمہ“ اور ”لیزنگ“ پر بھی
عمل کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اور اس وقت بھی کچھ فائینا نٹیل
انسٹیٹوشن ان بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔

بہرحال! یہ تو ”سود“ اور اس کے متعلقات کے بارے میں عام
باتیں تھیں جو میں نے عرض کر دیں۔

”سود“ سے متعلق ایک مسئلہ اور ہے، جس کی حدائے بازگشت
بار بار سنائی دیتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دارالحرب
جہاں غیر مسلم حکومت ہو وہاں سود کے لین دین میں کوئی قباحت نہیں،
وہاں غیر مسلم حکومت سے سو لے سکتے ہیں اس مسئلہ پر بھی بہت لمبی
جوڑی بحثیں ہوئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ چاہے دارالحرب ہو یا
دارالاسلام، جس طرح سود دارالاسلام میں حرام ہے، اسی طرح دار

الحرب میں بھی حرام ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ عام آدمی کو چاہئے کہ اپنا پیسہ بینک کے اندر کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھے، جہاں پیسوں پر سود نہیں لگتا، لیکن اگر کسی شخص نے غلطی سے سیوننگ اکاؤنٹ (Saving Account) میں پیسے رکھ دیئے ہیں اور اس رقم پر سود مل رہا ہے تو پاکستان میں تو ہم لوگوں سے کہہ دیتے ہیں کہ سود کی رقم بینک میں چھوڑ دو، لیکن ایسے ملکوں میں جہاں ایسی رقم اسلام کے خلاف کام پر خرچ ہوتی ہے۔ وہاں اس شخص کو چاہئے کہ وہ سود کی رقم بینک سے وصول کر کے کسی مستحق زکوٰۃ شخص کو ثواب کی نیت کے بغیر صرف اپنی جان چھڑانے کے لئے صدقہ کر دے اور خود اپنے استعمال میں نہ لائے۔

عصر حاضر میں اسلامی معیشت کے ادارے

ایک بات اور عرض کر دوں وہ یہ کہ یہ کام نسبتاً ذرا مشکل لگتا ہے، لیکن اس کے بلوجو ہم مسلمانوں کو اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ ہم خود ایسے مالیاتی ادارے قائم کریں جو اسلامی بنیادوں پر کام کریں اور جیسا کہ میں نے ابھی آپ کے سامنے عرض کیا کہ ”مشارکہ“ ”مراجحہ“ اور ”لیزنگ“ کی مکمل اسکیمیں موجود ہیں، اور ان بنیادوں پر مسلمان اپنے ادارے قائم کر سکتے ہیں، اور یہاں کے مسلمان ماشاء اللہ اس بات کو سمجھتے ہیں اور اس میں خود ہونا کے مسائل کا بھی حل ہے، ان کو چاہئے کہ وہاں رہ کر فنانس ٹیل انسنسٹیوٹ قائم کریں۔ امریکہ میں

میرے علم کے مطابق کم از کم ہاؤسنگ کی حد تک دو ادارے موجود ہیں، اور وہ صحیح اسلامی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ ایک ٹورنٹو میں اور ایک لاس اینجلس میں ہے اب ان اداروں کی تعداد میں اضافہ ہونا چاہئے اور مسلمانوں کو اپنے طور پر ایسے ادارے قائم کرنے چاہئیں لیکن اس کی بنیاد کی شرط یہ ہے کہ ماہر فقہاء اور مفتی حضرات سے مشورہ کر کے اس کا نظام قائم کریں۔ اور اس سلسلے میں اگر آپ مجھ سے بھی خدمت لیتا چاہیں گے تو میں ہر قسم کی خدمت کے لئے حاضر ہوں جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس وقت دنیا میں تقریباً سو ادارے کام کر رہے ہیں۔ اور تقریباً ۵ مل سے میں ان اداروں میں خدمت کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مسلمانوں کے لئے کوئی بہتر راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔